نبوت و رسالت کی ضرورت اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت

(حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے افکار کا مطالعہ)

محمد ہمایوں عباس شمس*

مشرکین مکہ ہوں یا مستشرقین عہد جدید، سب کو الٰہی پیغام کے سمجھنے میں غلطی مقام نبوت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی۔ جب بھی نبی کو ایک عام انسان کے درجہ میں رکھ کر سوچا جائے گا تو نبوت کا وہی مقام سامنے آئے گا جو محرف الہامی کتب کے مطالعہ کی روشنی میں سامنے آتا ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قواعد اور تجربہ گاہیں، نبوت کی حقیقت و ماہیت اور مقام و عظمت کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اس کے لیے قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبوی ہی رہبر و رہنما ہو سکتی ہیں۔ نبوت کے اس تصور کے نتیجہ میں انسان دوست اور انسان ساز تہذیب وجود میں آتی ہے۔ کیونکہ عرفان الٰہی کا انحصار نبوت و رسالت کے صحیح تصور کو مان لینے پر ہے۔ امام رازی نے اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ نبی جسمانی اور روحانی قوت میں عام انسانوں سے کس طرح مختلف ہوتے ہیں۔(۱)

امام غزالی نے انبیاء کی خصوصیات تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، فرشتوں اور آخرت کے حقائق کو جس طرح جانتا ہے اس طرح کوئی نہیں جانتا۔(۲) ان بلند کمالات کی وجہ سے انبیاء کرام کے اسوہ حسنہ کو مشعل راہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

مغالطہ آفرینی کے دور مختلف رہے ہیں مگر انداز، لب ولہجہ اور اسلوب ہمیشہ ایک رہا ہے۔ دسویں صدی ہجری میں برصغیر میں عقلیت پسندی کی آڑ میں نبوت کو قصہ پارینہ ثابت کیا گیا۔ معجزات نبوی کو محال قرار دیا گیا۔ شق القمر کا انکار اس لیے کیا گیا کہ معیار عقل پر پورا نہ اترتا تھا۔ عربی زبان کو چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت تھی اس لیے اس کا استعمال بھی طبع بادشاہ پر ناگوار گذرنے لگا۔ علمائے سوء نے اپنی تصانیف میں خطبہ لکھنا چھوڑ دیا کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک ہوتا(۳) ان باتوں کو بدایونی کا ملازم کہہ کر ہم نظر انداز نہیں کر سکتے Smith کے الفاظ قابل مطالعہ ہیں:

The jesuit letters are full of emphatic expressions showing that both at the time of first mission (1580-3) and that of third mission (1595 to end

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ جی۔سی یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

of reign) Akbar was not a Muslim. He not only rejected the revelation of Muhammad, but hated the very name of the prophet (۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت تحریر فرمائی تو اسکا پس منظر تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وچون از فساد زمان انحرافی درمزاج وقت بعضے درویشانِ مغرور این روزگار راہ یافت واز تیرگی آئینہ استعداد تنگی حوصلہ ادراک پایۂ ارفع و مقام اقدس محمدی را کہ ہیچکس را بدرک و دریافتہ آن راہ نیست نشناختہ وتقصیری درادای حق اعتقاد نمودہ واز جادۂ دین قویم وصراط مستقیم برافتادہ بودند لازم حق نصیحت دین مسلمانی آن نمود کہ احوال و صفات قدسیہ آنسرور انبیاء امام اولیاء مفخر رسل واستاد کل معدن علوم اولین و آخرین منبع فیض انبیاء و مرسلین واسطہ ہر فضل وکمال ومظہر حسن و جمال ہم شاہد وہم مشہود وہم وسیلہ وہم مقصود نگارش نماید واین بی خبرانرا از حقیقت حال آگاہ گرداند و غافلاں را از خواب غفلت بیدار سازد وطالبان را رو براہ آرد وعاشقاں را در ذوق وشوق درآرد پس کتابی آمد شامل براحوال مبدء ومال، حسن و جمال وفضل وکمال آنحضرت ﷺ'' (۵)

فسق وفساد کے باعث زمانے کے فریب خوردہ درویشوں کی طبیعت نے انحراف وبدعملی کی راہ اختیار کرلی اور صلاحیتوں کے آئینے تیرگی کی زد میں آنے لگے اور سید عالم نبی مکرم ﷺ کے ارفع و اعلیٰ مراتب ودرجات کو سمجھنے میں کجی اور تنگی نمودار ہونے لگی، نیز آپ ﷺ کی شان ومنزلت اور آپ ﷺ سے عقیدت ومحبت میں کمی وکوتاہی کا ظہور ہونے لگا لوگ صراط مستقیم اور جادۂ دین قویم سے بھٹکنے لگے تو مسلمانوں کے (اصل) دین کی وضاحت اور نصیحت کا حق ادا کرنے کے لیے لازم ہوا کہ سید عالی تبار امام الانبیاء فخر رسل، استاذ کل، معدن علوم اولین وآخرین، منبع فیض انبیاء ومرسلین، واسطۂ ہر فضل و کمال، مظہر حسن و جمال، شاہد ومشہود، وسیلہ ومقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال طیبات اور صفات قدسیہ بیان کریں اور ان بے خبروں اور غافلین کو حقیقت حال سے آگاہ کریں اور انہیں خواب غفلت سے جگائیں، طالبان راہ صداقت کی راہنمائی کریں اور عاشقان رسالت مآب کے ذوق وشوق کو بڑھائیں۔ پس اس مقصد کے لیے ایک کتاب لکھی گئی ''مدارج النبوت'' جس میں سید عالم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال حسن وجمال اور آغاز وانجام وغیرہ کا بیان ہے۔

ان حالات میں حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی نے مقام نبوت اور عظمت نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی توانائیاں صرف کردیں آپ نے اپنے اعمال، اور تحریرات کے ذریعہ اس حقیقت کو ثابت کیا کہ انسانیت کی فلاح و نجات نبوت پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ آپ نے اثبات النبوۃ کے (۶) نام سے عربی زبان میں ایک رسالہ لکھا

اس وقت آپ کی عمر ۱۸۔۱۹ سال تھی ۔ اس رسالہ میں آپ نے عالمانہ وقار و متانت سے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ انسان کی رہنمائی کے لیے عقل کافی ہے یا نبوت کی ضرورت ہے۔ ''متکلمانہ اسلوب نگارش'' میں حضرت مجدد کا سیرت النبی پر مختصر اور عمدہ رسالہ ہے، علاوہ ازیں مکاتیب میں مختلف مقامات پر حقیقت نبوت جیسے مضامین کو عام فہم اور صوفیانہ اسلوب میں بیان کیا ہے۔ آپ نے نبوت و رسالت کو انسانیت کے لیے رحمت قرار دیا۔

''انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات تمام جہانوں کے لیے سراسر رحمت ہیں چونکہ حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان بزرگوں یعنی انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کی بعثت کے ذریعے ہم ناقص عقل اور کوتاہ علم والوں کو اپنی ذات و صفات کی خبر دی ہے اور ہماری کوتاہ فہمی کے اندازے کے مطابق اپنے ذاتی اور صفاتی کمالات پر اطلاع بخشی ہے اور اپنے پسندیدہ و ناپسند کاموں میں امتیاز قائم کر کے ہمارے دنیوی و اخروی منافع اور نقصانات کو ممتاز کر دیا۔ اگر ان بزرگوں (انبیاء) کے وجودِ شریف کا واسطہ درمیان میں نہ ہوتا تو انسانی عقلیں اس صانع تعالیٰ کے اثبات میں عاجز رہ جاتیں اور حق تعالیٰ کے کمالات کا ادراک کرنے میں ناقص و قاصر ہوتیں۔ (۷)

اس مضمون کو ایک دوسرے مکتوب میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''یہ بعثت انبیاء کا کارنامہ ہے جس نے حق کو باطل سے الگ کیا، بعثت ہی کی وجہ سے غیر مستحق عبادت اور مستحق عبادت حق جل وعلا) کے درمیان تمیز قائم ہے۔ یہ بعثت ہی ہے کہ جس کے ذریعے حق جل وعلا کے راستے کی طرف دعوت دی جاتی ہے جو بندوں کو مولیٰ جل سلطانہ کے قریب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتی ہے''...... اس کے اختتام پر فرماتے ہیں''فوائد بعثت بسیار است پس مقرر شد کہ بعثت انبیاء رحمت است''۔ (۸)

عرفان الٰہی کے لیے عقل کی نارسائی اور ناقص ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ عقل اس دولت عظمیٰ (توحید) کے اثبات میں قاصر ہے اور اس دولت خانہ (توحید) کی طرف ان ہستیوں کی رہنمائی کے بغیر راستہ نہیں مل سکتا اور ان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کی پے درپے تشریف آوری کی وجہ سے ان کی دعوت الی اللہ جو خالق زمین و زماں کی طرف دعوت ہے، شہرت حاصل کر گئی اور ان بزرگوں (یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا کلمہ بلند ہو گیا پھر ہر زمانے کے کم عقل جو صانع حقیقی کے ثبوت میں شک وتر ڈد رکھتے تھے اپنی برائی اور بداعتقادی پر مطلع ہو کر بے اختیار صانع حقیقی کے وجود کے قائل اور تمام اشیاء کو اس ذات عالی کے ساتھ منسوب کرنے لگے۔ یہ ایسی روشنی ہے

(یعنی صانع کے وجود کا قائل ہونا) جو انبیاء کے انوار سے مقتبس ہوئی ہے اور یہ ایک ایسی دولت ہے جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے دستر خوان پر میسر ہے"۔(۹)

اُن چیزوں کی مثال دیتے ہوئے جو عقل سے ثابت نہیں ہوسکتیں اور انبیاء کی بعثت ہی سے ہمیں وہ خبریں پہنچ سکیں، امام ربانی لکھتے ہیں:

"وہ تمام سنی جانے والی باتیں جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں جیسے حق جل سلطانہ کی صفات کمال کا وجود، بعثت انبیاء، اور ملائکہ علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات والبرکات کی عصمت، حشر ونشر، بہشت و دوزخ کا وجود اور دائمی ثواب و عذاب، یہ سب چیزیں اور ان کی مثل اور بہت سی چیزیں جن کو شریعت نے بیان کیا ہے عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے اور انبیاء سے سنے بغیر ان کو ثابت کرنے میں عقل ناقص اور غیر مستقل ہے۔"(۱۰)

عقل کے احکام شرعیہ کے لیے کفایت نہ کرنے کے حوالہ سے یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"پانچواں اعتراض یہ کہ عقل میں بعثت کی طرف سے کفایت ہے، پس بعثت کا کوئی فائدہ نہیں، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ عقل جس چیز کے حسن ہونے کا فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے گا اور جس کے برے ہونے کا حکم دے اس کو چھوڑ دیا جائے گا اور جس کے اچھے برے ہونے کا کوئی فیصلہ نہ کرے تو ضرورت کے وقت اس پر عمل کیا جائے گا، اس لیے کہ ضرورت موجود ہے۔ پس اس حاجت کا اعتبار کرنا واجب ہے تاکہ اس کے فوت ہونے کے مضرت کو دفع کیا جا سکے اور مضرت کا محض احتمال اس کے بُرے ہونے کی تقدیر پر اس کے معارض نہ ہوگا۔ اور اس حاجت کے نہ ہونے کے وقت اس کو احتیاطاً ترک کر دیا جائے گا تاکہ وہ مضرت دفع ہوسکے جس کا وہم ہے۔

جواب یہ ہے کہ شرع جو بعثت سے مستفاد ہے اس کا فائدہ اس کی تفصیل بیان کرنا ہے جسے عقل نے اجمالاً حسن و قبح اور منفعت و مضرت کے مراتب دیئے ہیں اور اس چیز کا بیان کرنا ہے جس سے عقل ابتداءً قاصر ہے کیونکہ عقل کے حکم کو ماننے والے اس کا انکار نہیں کرتے کہ بعض افعال ایسے ہیں جن میں عقل کچھ حکم نہیں کرتی۔ مثلاً وظائف، عبادات، تعیین حدود و مقادیر، اور نافع اور مضر افعال کی تعلیم، اور نبی شارع اس طبیب حاذق کی طرح ہے جو دوائیں اور اُن کے طبائع و خواص جانتا ہے،

یہ ایسے امور ہیں کہ اگر عام لوگوں کا تجربے کے ذریعے ان کی معرفت حاصل کرنا ممکن ہے تو وہ ایک طویل زمانے میں ممکن ہے جس میں اس کے فوائد سے وہ محروم رہیں گے اور اس کے کمال تک پہنچنے سے پہلے وہ

ہلاکتوں میں پڑیں گے، کیونکہ اس مدت میں بسا اوقات ایسی دوائیں استعمال کریں گے جو مہلک ہوں اور انہیں اس کا علم نہ ہو چنانچہ ہلاک ہو جائیں گے۔ مزید برآں ان امور میں مشغول ہونا نفس کو مشقت میں ڈالنے، ضروری صنعتوں کے تعطل اور مصالح معاش سے بے توجہی کا سبب ہوگا۔ جب وہ اس کو طبیب سے اخذ کریں گے تو ان کا بوجھ ہلکا ہوگا اور اس سے نفع حاصل کریں گے اور ان مضرتوں سے محفوظ رہیں گے۔ پس جس طرح امور مذکورہ کی معرفت کے امکان کی بنا پر طبیب سے بے نیازی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا اسی طرح تکالیف اور افعال کے احوال کی معرفت کے امکان کی بنا پر نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں عقل کے تامل کی وجہ سے مبعوث کیے جانے والے سے بے نیازی ہے، یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے جبکہ نبی وہ چیز جانتے ہیں کہ اس کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی کی جانب سے ہوتا ہے، بخلاف طبیب کے، کہ محض فکر و تجربے کے ذریعے ان تمام امور کی طرف پہنچنا ممکن ہے جو کہ وہ جانتا ہے۔ پس جب طبیب سے استغناء نہیں ہو سکتا تو نبی سے تو بدرجہ اولیٰ مستغنی نہیں ہو سکتا۔ (۱۱)

عقل کے ان چیزوں کے ادراک سے عاجز آنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ طریقہ نبوت، طریقہ عقل سے بلند و بالا ہے۔ (۱۲) یہ لولی لنگڑی ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے اس لیے یہ اندازہ نہیں کر سکتی ہے کہ فلاں چیز بارگاہ قدس کے مناسب ہے یا نہیں۔ (۱۳)

عقل کے ناقص ہونے سے متعلقہ ان عبارات کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ آپ عقل انسانی کو اہمیت نہیں دیتے۔ آپ عقل کی مسلمہ عظمت وسطوت کے بھی قائل ہیں مگر اسے مرتبہ کمال بلوغ تک پہنچی ہوئی نہیں مانتے آپ لکھتے ہیں:

''عقل ہر چند حجت است امادر حجیت ناتمام است و بمرتبۂ بلوغ نرسیدہ حجۃ بالغہ بعثت انبیاء است'' (۱۴)

انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت اور عظیم رحمت ہیں کہ انسان اس نعمت واحسان کا شکر ادا ہی نہیں کر سکتا۔

انبیاء کے ان احسانات کی وجہ سے آپ لکھتے ہیں:

''ہمارے پاس وہ اعضاء نہیں کہ ہم اللہ کی اس نعمت عظمیٰ (بعثت انبیاء) کا شکر اعمال حسنہ کے ذریعے ادا کر سکیں''۔ (۱۴۔الف)

مکتوبات امام ربانی میں ''یونانی عقلیات'' سے متاثرہ ان افراد پر کڑی تنقید کی گئی ہے۔ آپ نے ان لوگوں پر حیرت کا اظہار کیا ہے جو ان فلاسفہ کو حکماء کہتے ہیں اور ان کو حکمت سے منسوب کرتے ہیں حالانکہ وہ اکثر

احکام خصوصا الٰہیات میں جو ان کا اعلیٰ اور روشن مقصد ہے جھوٹے ہیں اور کتاب وسنت کے مخالف ہیں۔ایسے لوگوں پر حکماء کا اطلاق کرنا جن کے نصیب میں سراسر جہل مرکب ہے، کس اعتبار سے درست ہے۔ ہاں طنزیا مذاق کے طور پر ہوسکتا ہے جیسے نابینا کو بینا کہہ دیا جائے۔ (۱۵) فلاسفہ سے رہنمائی اس لیے بھی نہیں لی جا سکتی کہ ان کے علوم: طب، نجوم اور تہذیب الاخلاق جو ان کے بہترین علوم شمار ہوتے ہیں، انبیاء کی کتابوں سے چوری کئے ہوئے ہیں۔ (۱۶) پس یہ تین معتبر علم چوری کے ہیں اور وہ خبط و بے وقوفی جو علم الٰہی اور ذات وصفات اور افعال واجبی جل سلطانہ کے بارے میں انہوں نے کی ہے وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ میں نصوصِ قرآنی کے مخالف ہے۔علمِ منطق جو فکرِ صحیح اور فکرِ سقیم میں امتیاز کرنے کا آلہ ہے جسے وہ غلطی سے محفوظ رکھنے والا کہتے ہیں نہ فلاسفہ کے کام آیا اور نہ ان کے مقصدِ اعلیٰ میں ان کو غلطی اور خطا سے نکال سکا تو دوسروں کے کیا کام آئے گا۔ (۱۷)

یہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ انبیاء کی تعلیمات کے مقابلہ میں آپ علمائے یونان کے خیالات کو کیا حیثیت واہمیت دیتے تھے۔ آج بھی عقلیات کا دور ہے ہمیں علوم وفنون کی تحصیل ایک آلے کی حیثیت سے تو ضرور کرنی چاہیے مگر انہیں منزل نہیں بنانا چاہیے۔ ان کا نجات اخروی سے کوئی تعلق نہیں نجات اخروی صرف انبیاء کی تعلیمات سے ہی ممکن ہے۔

نبوت ورسالت کے حوالے سے مفسرین نے سورۃ المائدۃ:۸ کی تشریح کرتے ہوئے تمام انبیاء کرام کے اصولوں میں متفق ہونے کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح حدیث مبارکہ الانبیاء اخوۃ لعلات وامھاتھم شتی و دینھم واحد کی تشریح کرتے ہوئے محدثین نے اس امر کا ذکر کیا ہے۔مگر اصولوں میں انبیاء کے اتفاق جیسے اہم نکتہ کو حضرت امام ربانی نے اپنے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔اس سلسلہ میں آپ کا نکتہ نظر یہ ہے:

> اور یہ بزرگواران (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) اصول دین میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ وتقدس کی ذات وصفات، حشر ونشر، رسولوں کے بھیجنے، فرشتوں کے نازل ہونے، وحی کے وارد ہونے، جنت کی نعمتوں اور دوزخ کا عذاب دائمی وابدی ہونے کے بارے میں ان سب کی بات ایک ہی ہے اور ان کا اختلاف صرف ان بعض احکام میں ہے جو دین کے فروع سے تعلق رکھتے ہیں (کیونکہ) حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہر زمانے میں ہر اولوالعزم پیغمبر پر اس زمانہ والوں کے مناسب بعض احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے اور مخصوص احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے۔ احکام شرعیہ میں نسخ وتبدیلی کا ہونا حق تعالیٰ کی حکمتوں اور مصلحتوں کی بنا پر ہے اور ایسا بھی بہت دفعہ ہوا ہے کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف وقتوں

میں ایک دوسرے کے برخلاف احکام نسخ وتبدیل کے طور پر وارد ہوئے ہیں۔

اور ان بزرگوں (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے متفقہ فرمودات میں سے چند یہ ہیں:......حق تعالیٰ سبحانہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرنا......حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا......مخلوق میں کسی کو اپنا رب نہ بنانا...... یہ (یعنی نفی عبادت غیرحق) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی مخصوص ہے ان (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے متبعین کے علاوہ اور لوگ اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی نے بھی اس قسم کے کلمات نہیں کہے ہیں۔

منکرین نبوت اگرچہ اللہ تعالیٰ کو واحد (ایک) کہتے ہیں لیکن ان کا حال دو باتوں سے خالی نہیں یا تو وہ اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا واجب الوجود ہونے میں تو اس کو واحد مانتے ہیں لیکن استحقاق عبادت میں (واحد) نہیں مانتے...... اور اہل اسلام کے نزدیک حق سبحانہ وتعالیٰ واجب الوجود ہونے میں بھی واحد ہے اور عبادت کا مستحق ہونے میں بھی......کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کا ثابت کرنا ہے۔

اور دوسری بات جو ان بزرگوں (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے ساتھ مخصوص ہے وہ یہ ہے کہ وہ سب اپنے آپ کو دیگر لوگوں کی طرح بشر (انسان) جانتے ہیں اور عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہی کو جانتے ہیں اور لوگوں کو اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس (حق تعالیٰ) کو مخلوق میں حلول کرنے اور مخلوق کے ساتھ اتحاد سے پاک بتاتے ہیں......لیکن نبوت کا انکار کرنے والے لوگ ایسے نہیں ہیں بلکہ ان کے سردار اپنی خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو اپنے اندر حلول کیا ہوا ثابت کرتے ہیں اور عبادت کا حق دار ہونے اور معبود (الٰہ) ہونے کا اپنے اوپر اطلاق کرنے سے اجتناب نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ وہ بندگی سے پاؤں باہر نکال کر برے افعال میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور (ان برے افعال کو) مباح جاننے کا راستہ ان پر کشادہ ہو جاتا ہے اور وہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ یہ (باطل) معبودوں کے لیے کوئی چیز منع نہیں ہے اور (یہ باطل معبود) جو کچھ کہتے ہیں وہ اس کو درست جانتے ہیں اور وہ جو کچھ کرتے ہیں یہ اس کو مباح سمجھتے ہیں، یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا پس ان کے لیے اور ان کے متبعین و پیروکاروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک اور بات جس پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام متفق ہیں اور ان منکروں کو اس دولت سے کچھ نصیب نہیں، یہ ہے کہ فرشتے جو مطلق (بالکل) معصوم ہیں اور کسی قسم کا تعلق و آلودگی نہیں رکھتے یہ حضرات ان کے نازل ہونے کے قائل ہیں اور ان (فرشتوں) کو (اللہ تعالیٰ کی) وحی کے امین اور کلام الٰہی کے پہنچانے والے جانتے ہیں۔

پس یہ حضرات جو کچھ کہتے ہیں حق تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہیں اور جو کچھ پہنچاتے ہیں حق تعالیٰ ہی کی طرف سے پہنچاتے ہیں، لیکن منکروں کے سردار جو الوہیت کے مدعی ہیں جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور اپنے الہ (معبود) ہونے کے گمان کے باعث اسی کو درست جانتے ہیں، پس انصاف سے کام لینا ضروری ہے، جو شخص نہایت بے عقلی کی وجہ سے اپنے آپ کو خدا کہے اور عبادت کا مستحق جانے اور فاسد گمان سے ناشائستہ افعال اس سے سرزد ہوں اس کی باتوں کا کیا اعتبار ہے اور اس کی پیروی پر کیا انحصار ہے۔'' (۱۸)

درج بالا اقتباسات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت امام ربانی عقل کو مرضیات الٰہی میں حجت بالغہ تسلیم نہیں کرتے۔ یہ انبیاء ہی ہیں جو انسانی عقل کے رہنما ثابت ہوتے ہیں۔ یہ نفوس قدسیہ رحمت ہیں اور اس رحمت کا نزول دنیا کے ہر خطے میں ہوا یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی۔(۱۹)

حضرت امام ربانی نے مختلف انبیائے کرام کے مقام و مرتبہ کے حوالہ سے عارفانہ نکات بیان (۲۰) کئے ہیں جن کو مابعد کے مفسرین نے آیات قرآنیہ کی تشریح و توضیح کے لیے بطور حوالہ نقل کیا۔(۲۱) آپ نے اس حقیقت کو بھی بیان فرمایا کہ انبیاء کرام زمان و مکان کے بعد کے باوجود ایک ہی پیغام لے کر آئے۔ جو توحید کی دلیل ہے۔

نبوت محمدی کو آپ نے دلائل سے ثابت کیا اور فضائل و مقامات محمدی پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ حقیقت محمدیہ کے حوالہ سے مکتوبات کے عرفانی مباحث قابل مطالعہ ہیں۔ گویا نبوت کی حقیقت و ضرورت اور فضائل مصطفیٰ کے مطالعہ کے لیے آپ کی تحریرات اہم حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے مطالعہ سے تشکیک کی گرد چھٹتی ہے اور یقین پیدا ہوتا ہے۔

رسالت محمدی:

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ ہر مکتوب میں ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نہ کسی صورت میں ضرور کرتے ہیں۔ کہیں صلاۃ وسلام لکھا تو کسی جگہ اطاعت واتباع نبوی علیہ الصلوٰۃ السلام کے تذکرے ملتے ہیں۔ کسی جگہ محبت و عشق رسول کی باتیں تو دوسری جگہ مقامات و عظمت نبوی کے ہمہ جہت پہلوؤں پر تحریر مل جاتی ہے۔ عارفانہ انداز میں حقیقت احمدیہ اور حقیقت محمدیہ پر بلند پایہ معارف بھی ان مکتوبات میں مندرج ہیں۔ عظمت نبوی کا یہ تذکرہ کیوں ہے؟ شیخ فرید کے خط کے جواب میں لکھتے ہیں:

'' نمیداند کہ این مقصر بے سروبرگ در جواب آن چہ نویسد مگر آنکہ فقرہَ چند بعبارت عربی ماثور در فضائل جد بزرگوار ایشاں کہ خیر العرب است بنویسد علیه وعلى آله من الصلوات اتمهاومن

التحیات اکملها وآن سعادت راوسیلہ نجات اخروی خود سازد نہ آنکہ مداحی او علیہ الصلوۃ والتحیة نماید بلکہ مقولہ خود باآن ستاید

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحمداً ﷺ بِمقَالَتِي
لکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بمحمدٍ ﷺ (۲۲)

سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ بے سروسامان فقیر اس (شیخ فرید کے خط) کے جواب میں کیا لکھے سوائے اس کے کہ آپ کے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "جو خیر العرب ہیں" کے فضائل مأثورہ سے چند جملے عربی عبارت میں تحریر کرے۔ اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے۔

نبوت محمدی کے ثبوت کے لیے امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ جس طرح توحید کا ثبوت بدیہی ہے اسی طرح رسالت محمد کا ثبوت بھی بدیہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں: "وجود باری تعالیٰ و تقدس و ہمچنین وحدت او رسبحانہ بلکہ نبوت محمد رسول اللہ علیہ وسلم بلکہ جمیع ماجاء به من عنداللہ بدیھی اند بر تقدیر سلامتی مدرکہ از آفات ردیئہ وامراض معنویہ محتاج ہیچ فکر و دلیل نیستند" (۲۳) مگر متکلمین کے اسلوب پر آپ نے رسالت محمدی کے ثبوت کے مختلف ذرائع تحریر فرمائے۔

نبوت محمدی کا ثبوت کا پہلا طریقہ:

اس طریقہ کو اثبات النبوۃ میں امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے مگر خلاصہ یہ ہے۔

(i) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دعویٰ نبوت تواتر سے ثابت ہے۔
(ii) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزات کا ظہور ہوا اور قرآن معجزہ عظمیٰ ہے۔
(iii) اعلان نبوت سے قبل اور بعد کی حیات مبارکہ
(iv) غلبہ دین (۲۴)

دوسرا طریقہ:

دوسرا طریقہ جاحظ معتزلی اور امام غزالی کا بیان کردہ ہے اس کی تفصیلات ان الفاظ میں بیان فرمائیں۔

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے اثبات کا دوسرا طریقہ جسے جاحظ معتزلی اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پسند فرمایا اور امام غزالی کے مذکورہ سابق کلام سے سمجھا جاتا ہے یعنی نبوت سے قبل، دعوت کے وقت اتمام دعوت کے وقت کے احوال آپ کے اخلاق عظیمہ اور ابطال باطل کے لیے پر حکمت احکام واقدامات سے استدلال کیا جائے یعنی دنیا و دین کی کسی مہم میں کبھی بھی جھوٹ نہ بولنا اگر

بالفرض ایک دفعہ بھی جھوٹ بولا ہوتا تو مخالفین ضرور اس کی تشہیر کرتے اعلان نبوت سے قبل اور بعد کوئی قبیح کام نہ کرنا اور آپ کا بہت بڑا فصیح ہونا جیسا کہ آپکا اپنا ارشاد ہے:''اُوتِیتُ جَوامِعَ الکَلِم''(مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں) تبلیغ رسالت کی خاطر طرح طرح کی تکالیف برداشت کرنا حتی کہ آپ فرماتے ہیں جس قدر مجھے اذیت دی گئی ہے کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اس پر آپ کا صبر کرنا اور عزیمت میں ذرہ بھر فتور واقع نہ ہونا اور پھر اعداء پر غلبہ پاکر، جانوں اور مالوں میں تصرف کے اعتبار سے بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہونے کے بعد بھی اسی سابقہ حالت پر بدستور باقی رہنا بلکہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک ایک ہی محبوب و مرضی طریقہ پر باقی رہنا، اپنی امت پر اس قدر شفقت کہ آپ کو خطاب ہوتا ہے:

فَلاَ تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ(۲۵)

کہیں آپ کی جان ہی ان پر حسرتوں میں نہ چلی جائے۔

اور فرمایا جاتا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰى آثَارِهِمْ(۲۶)

تو کیا آپ اپنی جان پر کھیل جائیں گے ان کے پیچھے۔

اور جود وعطا اس قدر کہ فرمایا:

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ(۲۷)

اور نہ پورے کھول دیجیو اپنے ہاتھ

اور آپ کا دنیا کے مال واسباب اور اس کی تروتازگی کی طرف کبھی بھی التفات نہ فرمانا حتی کہ قریش کی طرف سے ترک دعوئ نبوت کی صورت میں مال ومتاع بیوی اور ریاست کی پیش کش کو ٹھکرا دینا، فقراء ومساکین کے ساتھ تواضع سے ملنا اور ارباب ثروت واغنیاء سے غایت ترفع سے ملنا، جان لیوا خطرات منڈلا رہے ہوں تو بھی راہ فرار اختیار نہ کرنا جیسا کہ غزوہ احد اور غزوہ حنین میں ہوا اور یہ آپ کے قلب وارادہ کی قوت کی بین دلیل ہے۔ اگر آپ کو ارشاد خداوندی:

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ(۲۸)

اور اللہ آپ کو لوگوں (کے شر) سے محفوظ فرمائے گا۔''

کے مطابق عصمت خداوندی پر وثوق نہ ہوتو عادتاً ایسا ہونا محال تھا اور آپ کا حال تبدیل نہ ہونا جب کہ

آپ کے سبب احوال تبدیل ہو جاتے۔

تیسرا طریقہ:

اسے امام رازی نے اختیار کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسی قوم میں دعویٰ نبوت کیا جن میں کتاب وحکمت نہیں تھی بلکہ وہ حق سے روگردان تھے۔ وہ یا تو بتوں کی عبادت پر معتکف تھے مثلاً مشرکین عرب، یا دین تشبیہ صنعت تلبیس وتزویداور افتراءات واکاذیب کی ترویج پر قائم تھے مثلاً یہودی یا وہ دو خدا مانتے تھے اور محارم کے ساتھ نکاح روا رکھتے تھے جیسا کہ مجوس۔ یا اب ابن اور تثلیث کے قائل تھے جیسا کہ نصاریٰ۔

آپ نے دعویٰ نبوت کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کتاب اور کامل حکمت کے ساتھ بھیجا گیا ہے تاکہ میں مکارم اخلاق مکمل کر دوں اور لوگوں کی قوت علمیہ کو عقائد حقہ سے اور قوت عملیہ کو اعمال صالحہ کے ساتھ مکمل کر دوں اور ایمان وعمل صالح کے ذریعے سارا جہاں منور کر دوں پھر آپ نے ایسا کر دکھایا اور وعدہ ربانی کے مطابق آپ کا دین تمام دینوں پر غالب آ گیا اور تمام باطل دین مضمحل (ناپید) ہو گئے اور فاسد مقالات زائل ہو گئے آفاق عالم میں توحید کے سورج تنزیہہ کے چاند چمکنے اور دمکنے لگے اور نبوت کا یہی مطلب ومفہوم ہے کیونکہ نبی نفوس بشریہ کی تکمیل اور امراض قلبیہ جو اکثر مخلوق پر غالب رہتی ہیں، کا علاج کرتا ہے لہٰذا ان کو طبیب اور معالج کی ضرورت ہوتی ہے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیمار دلوں اور دلوں کی تاریکیوں کے زوال میں دعوت اتم واکمل تھی تو آپ کی نبوت کا یقین کرنا فرض ہو گیا اور آپ افضل الانبیاء والرسل ٹھہرے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی جمیع الانبیاء وسلم امام رازی مطالب عالیہ میں فرماتے ہیں: یہ برہان ظاہر برہان لمیّ ہے ہم نے حقیقت نبوت کے متعلق گفتگو کی اور یہ بیان کہ یہ کیفیت جس طرح آپ کو حاصل تھی کسی اور کو حاصل نہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء ورسل سے افضل ہیں اور معجزہ کے ساتھ آپ کی نبوت کا اثبات برہان اِنّی ہے اور اثبات نبوت میں یہ صورت طریقہ حکماء کے قریب ہے کیونکہ اس کا حاصل یہی ہے کہ لوگ اپنے معاش ومعاد میں کسی موید من اللہ ذات کے محتاج ہیں جو ان کے لیے ایسا ضابطہ اخلاق مقرر فرمائے جو انہیں دنیا وآخرت میں مسعود کر دے۔(۲۹)

چوتھا طریقہ:

یہ طریقہ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا علماء وحکماء کے اقوال کی روشنی میں اخذ کردہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

تم نے اپنے تجربہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اصحاب تجربہ کی باتیں سن کر تقلید کی ہے تو اس طرح اقوال

اولیاء بھی سن لو جنہوں نے تجربہ کیا ہے اور تمام شرعی امور میں حق کا مشاہدہ کیا ہے۔ ان کے طریقے پر چلو گے تو تمہیں بھی بعض امور کا مشاہدہ ہوگا، غیوب کا انکشاف ہوگا اور ایسے امور وخواص کا اظہار ہوگا کہ عقل ان کے ادراک سے قاصر ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی صداقت کا بدیہی علم حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے قرآن حکیم میں غور وتامل کرو احادیث کا بنظر غائر مطالعہ کرو تم پر حقیقت حال واضح ہو جائے گی جیسا کہ امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا:

''اگر تجھے کسی معین شخص کی نبوت میں شک ہو تو یقین حاصل کرنے کے لیے اس کے احوال کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے خواہ وہ مشاہدہ سے حاصل ہو یا تواتر وتسامع سے کیونکہ تمہیں طب اور فقہ کی معرفت سے اطباء وفقہاء کے احوال کے مشاہدہ کے ساتھ یا ان کے اقوال سن کر ان کا علم ہو سکتا ہے۔ پس تم امام شافعی کو فقیہ اور جالینوس کو طبیب جاننے سے عاجز نہیں آؤ گے اور یہ معرفت بالحقیقت ہوگی نہ کہ بالتقلید بلکہ تمہیں طب اور فقہ کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوں اور تم ان کی کتب وتصانیف کا مطالعہ کرو تو ان دونوں حضرات کے حالات کا ضروری علم حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح جب تم معنیٰ نبوت سمجھ چکے ہو تو قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرو تو حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونا معلوم ہو جائے گا۔ (۳۰)

فکر مجدد کا اگر بغور مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ، عہد اکبری اور اس جیسے حالات سے امت کبھی بھی دوچار ہو، تو نجات کا رستہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات اقدس سے گہری قلبی و ذوقی وابستگی ہے۔ اس لیے اتباع رسول کے مقامات سبعہ (۳۱) مکتوبات امام ربانی کے علاوہ کہیں اور نہیں ملیں گے۔ علاوہ ازیں اس حقیقت کو بھی آپ نے فراموش نہ ہونے دیا کہ مقامات نبوت کا فہم ذمہ داریوں سے آگاہی اور نبی سے اظہار محبت صحابہ واہلبیت کے عرفان کے بغیر نامکمل رہتا ہے۔

اس حوالہ سے وہ شبلی کا قول اور امام شافعی کا شعر اکثر مقامات پر نقل کرتے ہیں:

ماامن برسول اللہ من لم یوقر اصحابہ (۳۲)

لوکان رفضا حب ال محمد

فیشھد الثقلان انی رافض (۳۳)

حوالہ جات و حواشی

(۱) رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار الکتب العلمیہ بیروت، جلد ۳، ص: ۱۹۹۔۲۰۰

(۲) العسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، جلد ۱۲، ص: ۳۶۶

(۳) یہ تفصیلات ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ کے مختلف صفحات پر دی ہیں۔

(4) Smith, vincent A, Akbar the great Mughat, S.chand and Co.Lucknow, 1962, p.14

(۵) محدث دہلوی، شیخ عبد الحق، مدارج النبوت، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء جلد اول، ص: ۳

(۶) یہ مختصر سا رسالہ اپنے مضامین کے اعتبار سے بہت اہم ہے ۹۹۰ھ میں یہ لکھا گیا اس تحریر کا پس منظر جو آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ اس زمانہ کے احوال کے لیے کافی ہے۔ اگر بدایونی کی تحریریں دستیاب نہ بھی ہوتیں تو بھی یہ رسالہ نبوت کے حوالے سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کا اندازہ لگانے کے لیے کافی تھا۔ اس کے متعدد اردو تراجم ہو چکے ہیں۔

(۷) مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم مکتوب: ۲۳

(۸) ایضاً دفتر دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

(۹) ایضاً دفتر سوم مکتوب: ۲۳

(۱۰) ایضاً

(۱۱) سرہندی، شیخ احمد، اثبات النبوۃ، ادارہ مجددیہ کراچی، ص: ۳۳۔۳۴

(۱۲) مکتوبات امام ربانی، دفتر سوم، مکتوب: ۲۳

(۱۳) ایضاً دفتر اول، مکتوب ۲۶۶

(۱۴) ایضاً، (۱۴۔الف) دفتر اول، مکتوب ۲۶۹

(۱۵) دفتر سوم، مکتوب: ۲۳

(۱۶) دفتر اول، مکتوب: ۲۶۶

(۱۷) دفتر سوم، مکتوب: ۲۳

(۱۸) دفتر اول، مکتوب: ۲۳

(۱۹) حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تحقیق

"یہ فقیر جس قدر ملاحظہ کرتا ہے اور نظر دوڑاتا ہے تو کوئی ایسا خطہ زمین نہیں پاتا جہاں ہمارے پیغمبر علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت نہ پہنچی ہو، بلکہ محسوس ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا نور آفتاب کی طرح

سب جگہ پہنچا ہے، حتی کہ یاجوج وماجوج میں بھی جن کے درمیان دیوار حائل ہے (وہاں بھی) پہنچا ہوا ہے اور گذشتہ امتوں میں بھی ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی جگہ بہت ہی کم ہے جہاں پیغمبر مبعوث نہ ہوئے ہوں یہاں تک کہ زمین ہند میں بھی جو اس معاملے سے دور دکھائی دیتی ہے معلوم ومحسوس ہوتا ہے کہ اہل ہند میں سے بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں اور صانع جل شانہ کی طرف دعوت فرمائی ہے۔ ہندوستان کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے انوار شرک کے اندھیروں میں مشعلوں کی طرح روشن ہیں اگر (یہ فقیر) ان شہروں کو متعین کرنا چاہے تو کر سکتا ہے''۔ (دفتر اول مکتوب:۲۵۶)

اس طویل مکتوب کی روشنی میں ہم بطور خلاصہ کہہ سکتے ہیں:

(الف) ہندوستان میں انبیاء مبعوث ہوئے مگر ان پر ایمان لانے والے افراد کی تعداد تین سے زائد نہیں۔

(ب) ان انبیاء کی دعوت کسی قوم یا کسی گاؤں/شہر والوں کے لیے مخصوص تھی۔

(ج) جب لوگوں نے دعوت انبیاء کا انکار کیا تو اس کے نتیجے میں عذاب آیا اس عذاب کے آثار ہندوستان میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

(۲۰) دفتر سوم، مکتوب:۸۸، ۱۲۲/دفتر اول مکتوب ۳۱۱/دفتر دوم مکتوب ۶۸/دفتر سوم مکتوب:۱۰۰

(۲۱) اس حوالہ سے تفسیر مظہری کو بطور حوالہ پیش کیا جا سکتا ہے/ضیاء القرآن جلد۲، ص:۴۵۱/جلد۳، ص:۳۸

(۲۲) دفتر اول مکتوب:۴۳

(۲۳) دفتر اول مکتوب:۴۶

(۲۴) ان تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: اثبات النبوۃ ص:۴۱-۴۳

(۲۵) الفاطر:۸

(۲۶) الکہف:۶

(۲۷) بنی اسرائیل:۲۹

(۲۸) المائدۃ:۶۷

(۲۹) امام رازی نے ان تفصیلات کو المطالب العالیہ جلد ۸، ص:۴۷ اور مفاتیح الغیب جزء ۱۷، ص:۱۱۵ پر بیان کیا ہے۔ حضرت امام ربانی نے ان تفصیلات کو اثبات النبوۃ میں تحریر کیا ہے۔

(۳۰) اثبات النبوۃ ص:۴۰

(۳۱) یہ ان سات مقامات کی تفصیلات کے لیے دفتر دوم کا مکتوب:۵۴ ملاحظہ فرمائیں خواجہ محمد سعید نے مکتوبات سعیدیہ مکتوب ۸۵ میں ان مقامات کا خلاصہ تحریر کیا ہے۔

(۳۲) دفتر سوم مکتوب:۲۴

(۳۳) دفتر دوم مکتوب:۳۶